اور سہی

موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۲۱۸

موجِ غزل

فیس بک عالمی ادبی موجِ غزل ''منفرد ردیف ونظم رنگ'' مشاعرہ کے حوالے سے
منعقدہ مشاعرہ نمبر ۲۱۸، بتاریخ ۲۰ ؍جون ۲۰۲۰ء پر مبنی برقی کتاب

اور ہی سہی

مرتبہ:
نوید ظفر کیانی

گروپ منتظمین:
ہاشم علی خان ہمدم
نوید ظفر کیانی
روبینہ شاہین بینا
نادیہ سحر
قدسیہ ظہور

مکتبۂ ارمغانِ ابتسام
mudeer.ai.new@gmail.com

فہرست

پیش رس

اور سہی

ہم نے جو بھی منظر دیکھا ، جیسا دیکھا ، لکھیں گے
آئینے کی زنگاری میں تلخ حقیقت اور سہی
حرف کو صیقل کرتے کرتے تیرے جیسا کر دیں گے
ہم تو ہیں مزدور سخن کے، تھوڑی محنت اور سہی

اللہ نے انسان کو چشمِ رسا اور دلِ بینا عطا کر کے بصارت اور بصیرت کی روشنی سے منور کیا تو ایک عجیب و غریب جہانِ تماشا اس کا منتظر تھا۔ ازل سے جہانِ آئینہ، چشمِ تماشا کے روبرو ہے۔ جو منظر جیسا ہے، الٹ کر ویسا دکھائی دیتا ہے۔ اس الٹ پھیر میں دائیں بائیں کا فرق محسوس کیے بغیر ہم محوِ تماشا ہیں۔ ہمیں ادراک ہے کہ تصویر کا دوسرا اور تیسرا رخ بھی ہے اور آئینے کا پیش منظرِ زنگاری کا پس منظر ہے لیکن نگاہِ شوق من پسند نظارہ دیکھنے کی متمنی رہی ہے سو خدا کی کائنات میں قناعت پسندی بھی اہم قدر ہے۔ جو ہے، جتنا ہے، میسر ہے، جو نہیں ہے، اس کی جستجو تو ہے مگر نا معلوم کی جستجو میں معلوم گنوا دینا بھی چشمِ بینا کا خسارا ہے اس لیے سخن کی مزدوری بھی محنت اور ریاضت کی متقاضی ہے۔

اہلِ موجِ غزل نے اپنی بصارت اور بصیرت سے آئینۂ سخن میں جو جو منظر جیسے دیکھا، دکھانے کی کوشش کی ہے، آپ بھی پڑھیں اور تماشائے لبِ بام دیکھیں۔ اللہ سب کی بصارت و بصیرت میں برکت فرمائے۔ آمین

موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۲۱۸ پیشِ خدمت ہے۔ تمام احباب سے گزارش ہے کہ یکجا کلام پہ نظرِ ثانی کر کے کسی استاد کو ضرور دکھا دیا کریں تا کہ اصلاح شدہ کلام جلد از جلد برقی مجلّے میں شامل کیا جا سکے۔ تمام اہلِ موجِ غزل اور انتظامیہ کا بہت شکریہ۔

ایک اور ادبی مجلّے کی اشاعت مبارک ہو۔ اللہ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے۔ آمین۔

ہاشم علی خان ہمدم
بانی منتظم موجِ غزل ادبی فورم

اقبال اشعر

پھر نیا عہد ، ترا حسن و شباب ، اور سہی
زندگی تیرے تعلق کا عذاب اور سہی

جرم اک اور سہی تجھ سے وفا داری کا
تیری دنیا ہے میسر تو یہ خواب اور سہی

تیرا ہر رنگ پہیلی ہے سمجھ سے باہر
زندگی ! دشت کے اس پار سراب اور سہی

وصلِ یاراں میں نئی چاہتیں اور بھی ہیں
راہِ الفت میں کھلے تازہ گلاب اور سہی

تجھ سے وابستہ مرے سارے تخیل جاناں
تجھ سے وابستہ مرے دل کی کتاب اور سہی

پھر نیا قافیہ لایا ہوں سرِ موجِ غزل
پھر نئی پوسٹ ، نئی برقی کتاب اور سہی

انعام غزالی

اک ستم اور سہی
اک الم اور سہی

یوں تو پُرنم ہی رہیں
آنکھ نم اور سہی

تیری خوشیوں کے لئے
اک قدم اور سہی

ہم نہ چھوڑیں گے وفا
رنج و غم اور سہی

اور کچھ پردہ دری
کچھ بھرم اور سہی

جیاؔ قریشی

ترے وجود سے خواب و خیال اور سہی
رہیں گے ساتھ ، ستاروں کی چال اور سہی

ترے ہی شہر میں رہتے ہیں دور دور مگر
ترے فراق گزاروں کا حال اور سہی

کسی پہ راز محبت نہ کھل سکا لیکن
چراغ دیر وحرم کی مجال اور سہی

میں تیرے عشق میں زندہ ہوں جان دیے کر بھی
مٹا دیا مرا ایماں زوال اور سہی

مقام عشق پہ لائے گا یہ دوانہ پن
جنون اور سہی قیل و قال اور سہی

یہ خواب ، ہجر ، ستارے بہت تو ملے ہیں
قسم خدا کی ہو ایسا تو مال اور سہی

ہمارے کانچ کے برتن کو توڑنے کے بعد
کبھی خرید کے دیکھیں سفال اور سہی

ذرا سنبھل کہ اٹھانا ادھر قدم اے دل
کماں کے ساتھ ن؟ ی ایک فال اور سہی

تلاش کرتی رہوں گی غزل غزل تجھ کو
ترے لیے کئی چہرے ، غزال اور سہی

یہ سرخ سرخ سے رخسار اور ہیں لیکن
سفید گال پہ غازہ گلال اور سہی

یہ الجھنیں تو کسی سے سلجھ نہیں سکتیں
جواب اور سہی تو سوال اور سہی

وہ دن گئے کہ مسیحا علاج کرتے تھے
کسی بھی زخم کا اب اندمال اور سہی

یہ رقص دل کے دھڑکنے پہ لطف دیتا ہے
اسی بہانے ملنگوں کا حال اور سہی

دکھا رہے ہیں تماشا ہمیں جو بازی گر
نئی ہے گھات نیا ایک جال اور سہی

ترے بغیر سنورتی نہیں کبھی جیاؔ
تری نظر میں کسی کا جمال اور سہی

جیاؔ قریشی

شاعرانہ کلام اور سہی
اک غزل تیرے نام اور سہی

مجھ کو لینی ہے جان کے بدلے
تیری چاہت کے دام اور سہی

تیرے شانوں پہ چین پاتے ہیں
میری زلفوں کی شام اور سہی

پیاس بڑھتی رہی محبت میں
زندگی تشنہ کام اور سہی

تو جو حرف دعا میں شامل ہے
مجھ کو اذن کلام اور سہی

اب تو لازم ہے ایک ہنگامہ
شہر میں اژدھام اور سہی

تجھ کو جینا ہے اب جیاؔ کے بغیر
تجھ کو دنیا میں کام اور سہی

خاور چشتی

نہیں جو پائی تیری چاہت پاؤں محبت اور سہی
اس دنیا کے ہر کونے میں ہو گی چاہت اور سہی

الفت کے ہر رنگ میں ملتی پیار کی صورت جان جاں
تم جو نہیں مل پائے مجھے تو پاؤں گا رغبت اور سہی

ایک تمہیں سے دل کو چاہت اور نہیں بھایا کوء
ڈھونڈھ نہیں سکتا دل میرا تم سی راحت اور سہی

لاکھوں چہرے اور حسیں تھے پھر بھی رغبت تم سے رہی
دل میرا نہ چاہے لینا تم سی جنت اور سہی

ایک ہی جیون ہم کو ملا ہے چار دنوں کی مہلت ہے
اس سے کہنا بھولے نہ یہ ہے یہ حقیقت اور سہی

کیسے میں سمجھاؤں تم کو یہ دل تم پر آیا ہے
وہ یہ چاہے پاؤں تم کو نہیں رفاقت اور سہی

پیارو خاور کو سمجھاؤ، بات وہ مانے آ جائے
اس کے بنا دل لگتا نہیں ہے مانگے نہ نسبت اور سہی

دلشاد نسیم

درد جو بھی دیا وہ سہا ، اور سہی
گر یہ ہی ہے دغا پھر دغا، اور سہی

زندگی آپ کے نام کی ہے صنم
آپ تھے آپ ہیں، کب کہا؟ اور سہی

غم زدہ رات تھی جو گزرتی نہ تھی
چپ رہے ہونٹ کو سی لیا، اور سہی

دلشاد نسیم

باتیں دو چار یار اور سہی
اے دلِ بے قرار اور سہی

دل بھی قدموں میں آپ کے حاضر
جان تو ہے نثار اور سہی

جتنا کرتے ہو ٹھیک ہے لیکن
اور تھوڑا سا پیار اور سہی

آئے ہیں وہ مری عیادت کو
چڑھ چکا جو بخار اور سہی

زندگی تیری ہی عنایت ہے
سانس دے دے ادھار اور سہی

دل کی صحت کی بات کیا کرنی
بڑھ رہا ہے فشار اور سہی

در پہ آئے ہیں لوٹ کر تیرے
اتنا ٹوٹا وقار اور سہی

ماں نے دے کے دعائیں بھیجا ہے
آیتوں کا حصار ، اور سہی

دنیا والوں کی دیکھ کر حالت
دل ہوا ہے فگار اور سہی

دیکھ لینے دیں ان کی آنکھوں میں
چڑھ چکا گر خمار اور سہی

ذہینہ صدیقی

قُرب کی تیرے حسیں رات چلو اور سہی
چند لمحوں کی ملاقات چلو اور سہی

وقت ڈھاتا ہے ستم روز نئے اس دل پہ
اُس پہ یہ گردشِ حالات چلو اور سہی

لوگ کردیں گے جدا کل ہمیں اک دوجے سے
آخری تم سے ملاقات چلو اور سہی

میرے جذبات کو دیتا ہے ہوا حُسن ترا
جان لے لے گی یہ برسات چلو اور سہی

جیتنے سے ہی اگر تم کو خوشی ملتی ہے
مان لی ہم نے ہی اب مات چلو اور سہی

داستانِ شبِ ہجراں تو مکمل کر لو
ختم ہو جائے نہ یہ رات چلو اور سہی

آج جس بات سے ہوتی ہے ذہینؔہ برہم
نہ کرو بزم میں وہ بات چلو اور سہی

راجہ خرم زیبؔ

یہ تمھارا ہے ہمارا تو کوئی اور سہی
ہم غریبوں کا سہارا تو کوئی اور سہی

آسماں میں بھی نہیں آیا نظر جو مجھ کو
میری قسمت کا ستارا تو کوئی اور سہی

ہم نے ترتیب سے کرنا ہے سفر کو پورا
یہ نہیں اچھا نظارا تو کوئی اور سہی

یہ ضروری نہیں ہر چیز پسند ہو میری
ہے اگر اس میں خسارا تو کوئی اور سہی

ناز تھا نام ہمارا بھی سجا محفل میں
جب ملا ہم کو اشارا تو کوئی اور سہی

راجہ خرم زیبؔ

تیرے دیدار کی چاہت ہے بہت اور سہی
آپ کے در سے محبت ہے بہت اور سہی

ہو رہا ہے مجھے دکھ بات یہی سنتے ہوئے
کہ وطن میں تو جہالت ہے بہت اور سہی

مجھ پہ اے جھوٹ کا الزام لگانے والو!
کہ سنو ہم سے ہی نفرت ہے بہت اور سہی

شہر والوں کا مجھے اتنا تو معلوم نہیں
گاؤں والوں میں صداقت ہے بہت اور سہی

اپنے سینے سے غریبوں کو لگایا ہے زیبؔ
ہر کسی کو شکایت ہے بہت اور سہی

رانا عبداللہ ایان

کوئی دکھ ،درد، جفا اور دغا اور سہی
بے وفا مجھ سے خفا ہے تو جفا اور سہی

خوش ہوں میں درد کی لذت میں مزا آتا ہے
ہم نوا ایسی سزا اور ذرا اور سہی

روگ لگتا ہے نیا روز میں سہہ لیتا ہوں
مین نے پائی ہے محبت کی سزا اور سہی

اس کے ہونے یا نہ ہونے سے بھلا کیا ڈرنا
وہ مرا تھا نہ ہوا ہے سو ہوا اور سہی

ناصحا ! عشق، محبت کا سبق مہنگا پڑا
بدلی بدلی سے ہوائیں ہیں فضا اور سہی

ہجر کا درد بھی سہنا تھا ، سو میں سہتا گیا
تو بڑھا اور سزا میرے خدا اور سہی

رزاق تحسینؔ

بستی گاؤں شہر تمہارا اور سہی
جنگل صحرا نام ہمارا اور سہی

انسانوں کا رنگ ہے بدلہ اور مزاج
بے رنگی میں ہم کو اتارا اور سہی

جگنو تتلی پھول اور خوشبو ساتھ ترے
لکھ دے میرا حصہ کنارا اور سہی

راس نہ آئے ہم کو محبت ،تم کو قبول!
ہم کو اپنا غم سے گزارا اور سہی

چاہت کا یہ رنگ بھی پھیلا چوپایوں میں
انسانوں میں نہیں سہارا اور سہی

پنچھی ندیا لہر پون کے سرمائے ہیں
نام ہوا ہے کوئی نظارا اور سہی

گونگے بہرے ہیں تحسینؔ کہیں کیا ہم
دل کا بچہ اُس نے ہے مارا اور سہی

رزاق تحسین

اور سہی

امنگوں کے پر جوش نظارے
کسی صیاد کے چنگل میں قید ہے
اٹھاؤں پلکیں پیاسی
اسی سمندر نے جو مجھے پوشاک پہنا کر، نہا کر پالا ہے
اب زیست کے زاویے نے مقدر سے سبک دوش ہو کر جنا ہے
خوابوں کا جزیرہ اب کہتے ہیں
یہ سمندر
یہ ساحل
نہیں ہیں تمہارے
بھول کیسے جاؤں
وہ کھیل بچپن کے
جو میری زیست سے پیوست ہیں
مرے آباؤ اجداد کی ہیں میراث
مرا جینا
مرا مرنا بھی سمندر ہے
نیند سے آنکھیں بھی خوابیدہ
چلو مانا کہ یہ سب لیا ہے تم نے
مگر میرا نظارہ، چراغاں
یہ ہم سے چھین نہیں سکتے
مری آنکھیں مرا جینا سمندر ہے
بتاؤ ہم سے ملک میراثیں
اور سہی
مرا جینا مرا مرنا سمندر ہے

رزاق تحسین

اور سہی

(ست رنگی)

اور سہی
بے بسی مفلسی
ہو گئی بدگماں چار سو
جھوٹ سے جو کمائے گیا اب مکاں
کیا بچا پیٹ کہ، جھک گیا سر ترا اب بتا
کھا گیا سیم و زر وہ وقار آئے گا کب ترا کیوں "ڈبر"
غم ترا زندگی ساتھ میں بے بسی مفلسی پھر وہی اور سہی

روبینہ شاہین بیناؔ

فکرِ زمانہ اور سہی
میرا قیانہ اور سہی

تیری بابت میری رائے
شامِ کبانہ اور سہی

میں تو صنفِ نازک ہوں
پر وہ زنانہ اور سہی

نیکی کی تفہیم الگ
وہ مولانا اور سہی

تجھ پر جال جدا اس کا
مجھ کو دانہ اور سہی

کام اگر کروانا ہے
کچھ نذرانہ اور سہی

خود کیوں لڑ پڑتے ہیں وہ
مرغ لڑانا اور سہی

دل کی سیل الگ سی ہے
اس کا بیعانہ اور سہی

کھانا بنانا ہے آسان
شعر بنانا اور سہی

بیناؔ حالِ دل کی اُسے
میل روانہ اور سہی

ریاضؔ احمد قادری

نعت رسولِ مقبول ﷺ

اس آنی جانی دنیا میں آقا ﷺ کی محبت اور سہی
پہلے بھی عنایت ہے ہم پر سرکار ﷺ! عنایت اور سہی

لکھی ہیں ثنائیں جو ہم نے سرکار ﷺ نے دی توفیق ان کی
جتنی بھی عطا ہوتی ہیں ہمیں، سرکار ﷺ کی مدحت اور سہی

الفت سرکارِ مدینہ کی جتنی بھی ملے وہ کم ہے ہمیں
ہوتی ہے عطا تو ہوجائے سرکار ﷺ کی الفت اور سہی

سرکار ﷺ کرم فرمادیں گے در اپنے پر بلوالیں گے
ملتی ہے حضوری تو پالو اس در کی زیارت اور سہی

اس در پر اشک بہالینا قسمت اپنی چمکا لینا
آنکھوں کی طہارت اور سہی کچھ اشکِ ندامت اور سہی

مدحت کا ادا ہوتا نہیں حق سب عمر لکھو مدحت بے شک
سرکار ﷺ کی مدحت کی خاطر کچھ نورِ بصیرت اور سہی

الفت جو نبی ﷺ کی آل کی ہے سمجھو وہ ہماری ڈھال سی ہے
اے ریاضؔ اس فانی دنیا میں عترت کی مؤدت اور سہی

سید خورشید نواز لائق بخاری

نعت رسولِ مقبول ﷺ

تیرا ﷺ رتبہ کمال اور سہی
بے مثل، بے مثال اور سہی

آپ ﷺ آئے تو سارے عالم کا
ہو گیا ہے جو حال اور سہی

نور ہرسو وفور کرتا ہے
حسن اوج کمال اور سہی

لفظ اللہ میں ہا ساکن ہے
ہے محمد ﷺ میں دال اور سہی

جس زمیں پر ہے نقش پائے رسول ﷺ
نقش پائے جمال اور سہی

منتظر ہو گئی سحر جس کی
وہ اذانِ بلالؓ اور سہی

مجھ کو ہر پھول سے مودت ہے
میرے آقا ﷺ کی آل اور سہی

سیّدہ ارفعٰ زینب

جو ہم پہ گزرے ہیں وہ امتحان اور سہی
رہِ حیات میں حائل چٹان اور سہی

جو آزمائشیں ہم پر پڑیں، قیامت تھیں
گو مشکلوں کا یہ سارا جہان اور سہی

کسی بھی بادِ مخالف سے رُک نہیں پائے
بھری اگرچہ ہمیشہ اڑان اور سہی

ہمیشہ لڑتے ہی رہنا ہے کافروں سے ہمیں
یہ سیفِ عشق، یہ عزمِ سنان اور سہی

جہاں بھی بُت ہیں وہیں بت شکن ہیں ہم جیسے
یوں ہم پہ یورشِ جورِ بتان اور سہی

گلہ گزار ہیں اپنے تو غیر بھی ناخوش
ہمارا عزم ہے زینب جوان اور سہی

سیدہ فرحین نجم جعفری

بہت اٹھائے ہیں اس دل پہ بار اور سہی
تمھاری راہ میں یہ دل فگار اور سہی

ملال یہ نہیں کہ تم بدل گئے ہم سے
بدلتے موسموں کا اعتبار اور سہی

تمھاری سمت ہی ہر راہ میں بڑھائے قدم
اور ہر قدم پہ ہوئے سنگسار ، اور سہی

ہماری زندگی تو درد سے عبارت تھی
ہوہ جو آنکھ بھی پھر اشک بار اور سہی

سویرا دیکھو بہت جلد پھیل جائے گا
اندھیرا غم کا ہے یہ ایک بار اور سہی

ہمارے درد کی بھی کوئی تو دوا ہوگی
فرحی کیا ہے بہت انتظار اور سہی

سیدہ منور جہاں منور

تجھ سے تجدید ملاقات کبھی اور سہی
میرے مرجھائے ہوئے لب کی ہنسی اور سہی

اب تو بس ایک جھلک ہی تری کافی ہوگی
تیرے ہونے پہ جو ملتی تھی خوشی اور سہی

تیری الفت کے لیے وقف ہے میری ہر سانس
امرِ دیگر کے لیے زیست مری اور سہی

مردنی ہے رخِ ہستی پہ تری فرقت میں
وہ تبسم وہ مری زندہ دلی اور سہی

میری ا؟ نکھوں کو ذرا دیر دکھا حسنِ قمر
تیرے جلووں کی یہ انمول گھڑی اور سہی

بزم میں تیری میں آتی ہوں رئیسوں کی طرح
رہِ غربت پہ مری خاک سری اور سہی

کاش اک بار نظر بھر کے مجھے دیکھتا تو
تیری خاطر جو زمانے میں تجی اور سہی

اے منور تجھے اک بار تو آ جانا تھا
تیری یادوں میں غزل میں نے کہی اور سہی

شاہد سیّد

دیارِ عشق میں اک امتحان اور سہی
جفا کا آئے جگر پہ نشان اور سہی

لبوں کو بھینچ گریباں عزیز آج ہے تو
گراں بہا ہے بے نطق بیان اور سہی

سکون ریز زمانہ ہُوا نہیں ہے ابھی
چلو کہ پھر سے پڑھیں اک اذان اور سہی

درخت دھوپ میں جلتے رہے ہیں اس لیے بھی
سمجھ لیں خدمتِ حیواں کی شان اور سہی

نکل رہے ہیں بہت کم زعم چڑھا ہے انھیں
ہو انتظار شایانِ شان اور سہی

ہے افتخار مجھے اس جہاں کی سیر کا بھی
مرے لیے ہے مکاں لامکان اور سہی

بگڑ چلا ہے مقدر تو کوئی بات نہیں
عدا و توں کا ملے اک جہان اور سہی

شمیم چودھری

ایک نئے اب غم کا دھارا اور سہی
ڈوبنے دو قسمت کا تارا اور سہی

حرفِ شکایت لب پہ نہ لائیں گے ہم بھی
سی لیں گے یہ ہونٹ دوبارہ اور سہی

جس سے میرے چمن کی زینت بنتی ہے
بولیں گے وہ بیج دوبارہ اور سہی

دیکھ کے موجیں ہم نے مضطر دریا کی
چھوڑ دیا ہے اُس کا کنارہ اور سہی

عمر گزاری جن پیڑوں کے سائے میں
اُن پہ بھی اب چل گیا آرا اور سہی

قافلہ دِل کا ٹھہرا نہ پھر رستے میں
وحشت کی تنہائی نے مارا اور سہی

گہن لگا ہے سورج کی پیشانی کو
تاریکی میں کریں گزارہ اور سہی

صادق انور اثری نذیری

کریں گے آپ کا ہم انتظار اور سہی
دیار عشق میں دل بے قرار اور سہی

مرا بھرم تو بہت توڑتے رہے ہو تم
چلو کہ کرتے ہیں ہم اعتبار اور سہی

زمین ہند کی ہم نے سدا حفاظت کی
نہ ہونے دیں گے اسے داغدار اور سہی

یہ سر پہ ہم بھی کفن باندھ کے نکلتے ہیں
کہ چھیڑے ہم کو ہے کس کی مجال اور سہی

کسی کے سامنے سر کو نہیں جھکائے ہم
کہ لے لو تم بھی مرا امتحان اور سہی

کہ اس نے پیار میں تم کو بہت رلایا ہے
کہ چھوڑ اس کو بھی تو اشکبار اور سہی

یہ عشق وشق کے چکر کو چھوڑ دو انور
کہ پیار اور سہی جاں نثار اور سہی

عبدالغنی ماہر

پیار گر جرم ہے تو میری خطا اور سہی
مجھ سے نفرت ہے اگر تیری عطا اور سہی

عشق تجھ سے ہے صنم اور وفا بھی تجھ سے
عشق میں تیرا تغافل وہ جفا اور سہی

ذوق نظروں کا مرا گر تجھے منظور نہیں
تیرا دل اور سہی تیری ادا اور سہی

تجھکو کوچے میں ملاقات گوارہ نہیں یار
تیرے دیدار کی کچھ آب و ہوا اور سہی

میں تو مدہوش ہوا دیکھ کے آنکھوں کو تری
پی کے مرجاؤں صنم جام پلا اور سہی

چشم کا وار ترا دل سے جگر تک پہنچا
نیم کش مار جگر تیر چلا اور سہی

تیرے بیمار کو اک بار تو ملنے آ جا
شکوہ ماہر سے کبھی یار , ترا اور سہی

علیم اسرار

تیرا کوئی نشانہ نہیں ہے تو اور سہی
دل کو کہیں ٹھکانہ نہیں ہے تو اور سہی

ہم اپنے واسطیئی دنیا بسائیں گے
اپنا اگر زمانہ نہیں ہے تو اور سہی

ہر لفظ تیرے نام سےمنسوب ہے مگر
یہ گیت گنگنانا نہیں ہے تو اور سہی

فرقت کی شب کہی ہےغزل میں نے ہجر کی
پھر ضبط آزمانہ نہیں ہے تو اور سہی

گزروں گا کون روز تریامتحان سے
مجھ سا کوئی دوانہ نہیں ہے تواور سہی

علیم اسرار

اپنی قسمت میں اذیت کا سمندر اور سہی
تو نہیں اپنا تو پھر کوئی ستم گر اور سہی

کاٹ سیلنے کی اب ہوتا نہیں ہے کچھ اثر
دے رہے ہو زخم دل کو ایک نشتر اور سہی

کہتا ہے دل اے مسیحا واہ رے چارہ گری
تیرا مرہم دشت جاں پر نوک خنجر اور سہی

تجھ کو اپنا ہم نوا میں نے سدا مانا مگر
تو کہے تو پھر مقدر کا سکندر اور سہی

پڑ گئی ہے وار سہنے کی بری عادت مجھے
اور پھینکوں میری جانب ایک پتھر اور سہی

کیا کہوں اس کے سوا بس تو مجھے محبوب ہے
راحتِ جاں تیرا ہم دم تیرا دلبر اور سہی

ہم نے بھی اسرار آخر دل پہ پتھر رکھ لیا
خوبصورت ایک تہمت دشت جاں پر اور سہی

فہد علی عزیزؔی

مان تو تھا ہی رقیبوں پہ کرم اور سہی
یہ مری جاں پہ ترا ایک ستم اور سہی

ہے تری جنبشِ لب، چشم زدن جاں لیوا
اور پھر اس پہ تری زلف کا خم اور سہی

گو کہ سب جانتے ہیں کیا ہے ہمارا رشتہ
اس پہ توثیق کرے تیرا قلم اور سہی

دل تھا بے تاب مرا جسم ہوا تھا بے سدھ
آئے حصے میں مرے دیدہ ء [illegible] نم اور سہی

کچھ بھی تو آپ نے جو سانس نہیں ہے بخشا
سر بھی کرنا ہو تو کر دیجے قلم اور سہی

یوں تو میں تیرے اشارے پہ ہی مر جاؤں گا
حکم گر قتل کا ہو جائے رقم اور سہی

ہے تو پہلے ہی عزیؔزی تری نسبت بدنام
اور سرِ بزم ترا شورِ صنم اور سہی

فیصل عادل

اور سہی

ایسا کیا غم کہ نگاہوں میں اندھیرا چھا جائے
ایسی کیا بات کہ جاں لینا پسند آ جائے
ایسا کیا کرب کہ پانی نظر آئے پتھر
ایسا کیا رنج کہ اشکوں سے بھگو دے بستر
ایسا کیا عشق کہ جو راہ کی دیوار بنے
ایسا کیا زخم جو ذہنوں پہ کھلا وار کرے

ایسی تکلیف سے باہر ہے نکلنا تجھ کو
پاشکستہ ہی سہی دل سے ہے چلنا تجھ کو

ہو غلط سوچ پہ قائم یہ ضروری تو نہیں
بے وفائی رہے دائم یہ ضروری تو نہیں
دل اگر اس سے ہے اجڑا تو بسا لے پھر سے
دے معافی اسے اور دل سے لگا لے پھر سے
ہے بچھڑنا ہی مقدر تو کوئی اس سا ڈھونڈ
وہ نہیں ہو سکا تیرا تو کوئی اور سہی

محمد رضا طیبی

اک گناہ اور سہی
رُو سیاہ اور سہی

آپ نے بھی دیکھا ہے؟
اِک گواہ اور سہی

یہ نگاہ بہ چکا
وہ نگاہ اور سہی

آنکھ تو ملائی ہے
گاہ ، گاہ اور سہی

یاد دوڑی آتی ہے
یہ سپاہ اور سہی

مستیوں کے نخرے ہیں
کج کلاہ اور سہی

تیری شاہی سے جدا
میرے شاہ اور سہی

درد ، درد ہوتا ہے
ایک آہ اور سہی

زندگی ڈرامے میں
واہ واہ اور سہی

محمد رضا طیبی

زندگی کی دی دعائیں اور سہی
یعنی باقی ہیں خطائیں اور سہی

آپ کے در پر دوبارہ آ گیا
آپ کے در سے وفائیں اور سہی

اور ٹھہریں گے ہمارے شہر میں
یعنی دیکھوں گا ادائیں اور سہی

آپ جیسوں سے ہے پالا پڑ گیا
آپ جیسی کچھ بلائیں اور سہی

چند چھینٹے اور آنگن کے لئے
چھا رہی ہیں پھر گھٹائیں اور سہی

ننگے سر پھرنے لگی ہیں بیبیاں
ان کے سر پر کچھ ردائیں اور سہی

سانس کی تسکین لازم ہے رضا
شہر خوباں کی ہوائیں اور سہی

محمد رضا طیبی

آج مینڈک ابال اور سہی
میں نے پھینکا ہے جال اور سہی

کیدو حیرت سے تک رہا ہو گا
آپ بدلیں گے چال اور سہی

اس کرونا میں سودا مانگا ہے
پچھلے پیسے نکال اور سہی

دال روٹی ملے گی لنگر میں
تیرے در پر دھمال اور سہی

لیکھیں لکھی گئیں نصیبوں میں
میری جوئیں نکال اور سہی

پنڈا گرمی میں رہتا ہے اوپن
سردی میں ایک شال اور سہی

آیئے کھانے پر بلاتا ہوں
ایک کھوتے کی کھال اور سہی

محمد سراج احمد حبیبی

مرے محبوب کا یہ حسن نمک اور سہی
انکے چہرے کی چمک اوردمک اور سہی

انکی چوکھٹ پہ سکوں پاتا بہت قلب حزیں
جان لیتی ہیں یہ زلفوں کی مہک اور سہی

راہ پر خار ہے اور کوئی نہیں ہے اپنا
اپنے دل دار سے ملنے کی للک اور سہی

اس نے وہ زخم دیئے راہ محبت میں مجھے
آج بھی باقی ہے اس دل میں کسک اور سہی

کر کے توہین محبت کی زمانے بھر میں
زیست میں کر لیا شامل وہ سسک اور سہی

کہ سیرتیں تری بہت خوب تھی جان جاناں
تم کو مغرور کیا ہے یہ چمک اور سہی

یوں تو دنیا میں حبیبی ہیں بہت لوگ حسیں
پر مرے یار کی پیاری سی جھلک اور سہی

محمد شبیر انصاری راؔج

آؤ کر لو مری جاں تھوڑی دغا اور سہی
جب کہ قاتل ہے ہوا اور ہوا اور سہی

تیرا دیوانہ ہوں زندہ رہوں یا مر جاؤں
اک محبت کی مجھے دے تو سزا اور سہی

لوٹ آئے نہیں اک بار بھی ملنے کے لئے
اس کی مرضی رہی گھٹ گھٹ کے جیا اور سہی

میں تو سمجھوں گا نہیں آج تری بات کوئی
دل کا پاگل ہوں پلا مجھ کو دوا اور سہی

مجھ سے ناراض ہو جینے کی دعا دیتے ہو
موت آنی ہے کوئی مانگے دعا اور سہی

دوست کہتے ہیں مرے راج میاں راؔج کرو
ان کو شکوہ نہیں آنسو کو پیا اور سہی

محمد عبدالمجید مجاہد رضوی مصباحی

ہے دغا اس نے محبت میں دیا اور سہی
میں نے ہر ظلم زمانے کا سہا اور سہی

کیسے بھر پائیگا وہ زخم جو ہے تو نے دیا
اس نے سینہ ہی نہیں دل کو مرے چیر دیا اور سہی

اپنی بربادی کا ماتم بھی کروں تو کیسے
یار نے سب ہے مرا چھین لیا اور سہی

اب میں روؤں یا کہ سر کو یا جگر کو پیٹوں
ہو نہ سکتا تھا بھلا سو نہ ہوا اور سہی

نیک و بد ہوتے ہیں دنیا میں یہ سچ ہے لیکن
تجھ سا دیکھا نہ مگر اچھا بھلا اور سہی

سن کے حق بات خفا ہوتے ہیں اپنے سارے
اک ذرا اور بھی ہونے دو خفا اور سہی

کر کے احباب جفا کہتے یہی ہیں مجھ سے
یہ تو آغاز ہے ہوئے گی جفا اور سہی

مٹ ہی جائیں گے یہ نفرت کے گھنیرے سایے
چلنے لگ جائے جو الفت کی ہوا اور سہی

اے مجاہد ہے بدی اور یہ مطلب کا جہاں
ایسے میں کون کرے نیکی بھلا اور سہی

محمد ہاشم آثر چشتی

رنج و غم درد و الم سوزِ جگر اور سہی
ہونے دو ہے جو کوئی دیدۂ تر اور سہی

ہائے رے اُن کے ستم کا کبھی چرچا نہ ہوا
میری آہوں کی کبھی کو ہے خبر اور سہی

بارہا گذرا ہوں میں راہِ وفا سے ہو کر
جانبِ دشتِ جنوں ایک سفر اور سہی

یادِ جاناں کا سہارا ہے تو پرواہ نہیں
ہے اگر دور شبِ غم کی سحر اور سہی

ٹھوکریں کھانا سنبھلنا یہ مری فطرت ہے
میری راہوں میں نیا ایک حجر اور سہی

آرزو حسرت و ارماں ترے قدموں پہ نثار
تجھ پہ قربان دل و جان و جگر اور سہی

ہوش میں لا کے مجھے میرا تماشا نہ بنا
بے خودی میری مرے ہوش بگر اور سہی

ڈال دی جس پہ نظر تو نے ہوا اہلِ نظر
اے نظر ساز مری سمت نظر اور سہی

گامزن ہے مری آہوں کا دھواں سوئے فلک
یہ تڑپنے کا اثر ہے تو اثر اور سہی

محمد ہاشم آثر چشتی

پورا ہو یا کہ نہ ہو جانے خدا اور سہی
آؤ پھر ایک نیا عہدِ وفا اور سہی

قلب کو درد و الم زخم جگر کو دینا
ہے یہی اُن کا اگر طرزِ وفا اور سہی

دیکھنا حسن کو بے پردہ خطا ہے بھی تو ہو
عشق نے مجھ سے کہا ایک خطا اور سہی

جس عطا پر ہوں تری روزِ ازل سے مخمور
چشمِ ساقی ترے صدقے وہ عطا اور سہی

غمزدہ دیکھ کہ اُس کو مرا دل کانپ اُٹھا
پھوٹ کر رویا جو میں اُس نے کہا اور سہی

کوئی بتلائے مجھے میرے تڑپنے کا سبب
گر یہ الفت کی سزا ہے تو سزا اور سہی

میں تو پہلے ہی لبِ دم ہوں تری فرقت میں
تو اگر چاہے تو اے دوست قضا اور سہی

جس نظر نے تھا کیا میرے جگر پر جادو
ا؟س نظر کی وہ ہی پر سحر ادا اور سہی

اے آثر تو نے گدا بن کے درِ جاناں پر
بارہا دی ہے صدا، ایک صدا اور سہی

محمد ہاشم آثر چشتی

نعت رسولِ مقبول ﷺ

دیکھنے گنبدِ خضریٰ پہ نظر اور سہی
جانبِ شہرِ نبی ﷺ ایک سفر اور سہی

میرے آقا ﷺ مری آنکھوں کو میسر ہو جائے
دیکھنے کے لئے بس آپ کا در اور سہی

حالِ دل کی مرے آقا ﷺ کو خبر ہے لیکن
رُوبرو آپ ﷺ کے با دیدۂ تر اور سہی

سوئی آنکھوں سے ہی میں اُن ﷺ کا نظارہ کرلوں
اِس شبِ غم کی نئی ایک سحر اور سہی

جبکہ سرکارِ مدینہ ﷺ ہیں محافظ تیرے
گردشِ وقت سے ہرگز بھی نہ ڈر اور سہی

میرا دل اُن ﷺ کے کرم اور عطا کے صدقے
اُن کی ناموس پہ قرباں مرا سر اور سہی

اُن ﷺ کا منگتا ہوں یہ کافی ہے تمنا ہے مگر
نقشِ نعلین بنے تاجِ آثر اور سہی

نادیہ سحر

شہرِ جاں اور سہی ، دل کا مکاں اور سہی
ہم بسائیں گے محبت کا جہاں اور سہی

دیکھنے والے اسے آتشِ غم کہتے ہیں
کوچۂ جاں سے نکلتا یہ دھواں اور سہی

کیا کہوں پیار کی شدت نہیں دیکھی جاتی
تیری آنکھوں سے چھلکتا یہ سماں اور سہی

تیرے لہجے کی حلاوت پہ یقیں آتا ہے
تیری باتوں سے جو ہوتا ہے عیاں اور سہی

اپنی دھڑکن کے دھڑکنے سے پگھل جاتی ہوں
تیری دھڑکن میں جو ہے پیار نہاں اور سہی

آنکھ لگتی ہے ترے نام پہ کھل جاتی ہے
خواب سے خواب تری موج رواں اور سہی

تیری چاہت پہ بھروسہ ہے سحر کو پھر بھی
دھڑکنیں اور ترے دل کی زباں اور سہی

نادیہ سحر

بام و در اور سہی
اِک سفر اور سہی

آنکھ پُرنم ہے مگر
چشمِ تر اور سہی

یہ تو راس آئے نہیں
اک سحر اور سہی

جان باقی ہے ابھی
اک بھنور اور سہی

تھک چکے تاب نہیں
رہ گزر اور سہی

کشتی ڈوبی تو نہیں
راہ بر اور سہی

یہ نشیمن تو گیا
اب شجر اور سہی

بیوفائی کے سحرؔ
کچھ گہر اور سہی

نسیم بیگم

گر تری داستاں میں نہاں اور سہی
میری روداد۔ غم خونچکاں اور سہی

وقت نے کردیا بے اماں زیست کو
یہ زمیں اور سہی آسماں اور سہی

دامنِ عشق میں چند کلیاں ہی ہیں
تیرا در گر نہ ہو آستاں اور سہی

کیسے سمجھے گا وہ اس وفا کی زباں
وہ جو برگشتہ تھا بد گماں اور سہی

کشتیوں کو کہاں ڈر ہے طوفان کا
نا خدا ساتھ ہے بادباں اور سہی

چاند سورج نہ ہوں، ظلمتیں ہوں تو کیا
اس فلک کو کوئی کہکشاں اور سہی

خوش نہ ہو رعد اب میرا گھر پھونک کر
اس چمن میں نسیمؔ آشیاں اور سہی

نسیم بیگم

میری محبت تو ہے ست مگر تیری ضرورت اور سہی
عشق میں جینا سیکھ لیا جب تھوڑی شکایت اور سہی

خون بہا ہے ہر رستے پر حاکم سے اب ڈرنا کیا
یاروں کی بستی سے اٹھتی بوئے بغاوت اور سہی

سچ کو جھوٹ کیا تھا ثابت اتنی جرات تھی اب تک
منصف مقتل تک آ جاؤ، تھوڑی جرات اور سہی

ہجر سہا، سہہ لی ہیں جفائیں اور بچا کیا سہنے کو
اب تیرے وعدے سے مکدر میری طبیعت اور سہی

تو بدلا، منزل بھی بدلی میں بدلی، رستہ بدلا
مڑنا ہے اک موڑ تو آخر تیری اجازت اور سہی

کس کو بتاتے درد جگر کا، زخم بھی سب ناسور ہوئے
شکوے سارے ہیں دامن میں، ایک وضاحت اور سہی

فیصلہ کیا ہو گا دنیا کا یہ سب کو معلوم ہی ہے
آخری تو ہے ایک عدالت، ایک عدالت اور سہی

نسیم بیگم

فاصلہ اور سہی
حوصلہ اور سہی

عشق تو ہے خطا
اک سزا اور سہی

تو جو تھا بد گماں
بے وفا اور سہی

جا، کہ ویران ہو
گھر مرا اور سہی

غیر سے اب ترا
واسطہ اور سہی

تو جو دشمن ہوا
دلربا اور سہی

بستیاں جل اٹھیں
حکم تھا اور سہی

زندگی بے عمل
دست و پا اور سہی

رعد سے پھر نسیم
واسطہ اور سہی

نسیم بیگم

اور سہی
(ست رنگی)

اور سہی!
دردو غم، بے وفا
اور سہی! تشنگی، عشق کی
بندگی، ہو چلی، بے عطا، کیا ملا!
اور سہی! دردگی، یہ سزا، فاصلہ، بے پناہ
بدگماں، یہ جہاں، رائگاں، بے وفا، موت اب، تو ہی آ
زندگی، ہو چلی، راکھ سی، خاک سی، اور سہی! آگ سی، دوریاں

نوید ظفر کیانی

یورشِ شب ہے غضبناک تو حل اور سہی
تو نہ بجھ جائے تو پھر ایک مشعل اور سہی

ظلمتِ شب تو ضمیروں میں اُتر آتی ہے
چاند تاروں کی مگر فردِ عمل اور سہی

خون کے داغ مری آنکھ سے ڈھلتے ہی نہیں
مرگِ احساس کا قصہ ہے، اجل اور سہی

تیری مجبوری نے توڑا ہے اگر عہدِ وفا
میری جانب سے بھی اک ردوبدل اور سہی

غمِ امروز پہ کیوں صبر نہیں آتا ہے
بسکہ ایمان بھی ہے کہ مرا کل اور سہی

اک دیا بن کے چلا بادِ مخالف کی طرف
گردشِ دوراں میں اک مجھ سے خلل اور سہی

آؤ مل جل کے کسی خواب کی تعبیر کریں
ہم غریبوں کا بھی اک تاج محل اور سہی

عمر کی جھیل اگر صاف نہیں ہو پاتی
اس میں اک تیری بھی یادوں کا کنول اور سہی

خوفِ تنہائی سے بہتر ہے کوئی دستِ فریب
جال اس گھات کا بھی برسرِ جل اور سہی

درد کی آگ بھڑکتی ہے مرے سینے میں
رات باقی ہے ابھی، ایک غزل اور سہی

نوید ظفر کیانی

وہ جو ڈٹ جائے تو مشکل کی گھڑی اور سہی
اور دب جائے تو پھر اُس کو تڑی اور سہی
تیری پھپھو تو ترے پیو سے کہیں "ڈاھڈی" ہے
پسِ دیوار بھی دیوار کھڑی اور سہی
سوچ لیں ایسی "لڑائی" کا نتیجہ کیا ہے
بسکہ اُس شوخ سے یہ آنکھ لڑی اور سہی
منہ ہے نہ متھا، کوئی جن ہے پہاڑوں لتھا
دامنِ دل سے مگر آ کے اڑی اور سہی
بے ایمانی پہ تو آمادہ تھی پہلے نیت
اور پھر اس پہ یہ ساون کی جھڑی اور سہی
بعد از عقد تو ہر لڑکی ہے "خصماں کھانی"
میرے لیکھوں میں بھی اک نیم چڑھی اور سہی
کون یار آیا بہ ہنگامِ لڑائی دیکھو!
اک چپت سی میری گچی پہ پڑی اور سہی
پہنچ سکتے ہیں کہاں دیدہ ورانِ عالم
اہلِ لاہور کی تو "دیدہ وڑی" اور سہی
لگ رہی ہے وہ ترے سامنے کاکی کاکی
عمر میں تجھ سے بھی دو سال بڑی اور سہی
شورِ کورونا کی صورت ہے خدا کی لاٹھی
جس کی آواز نہیں ہے وہ چھڑی اور سہی
یار کہتے ہیں مرے جال میں شاپر سا ہے کچھ
میں نے تو اپنے تئیں "مچھی پھڑی" اور سہی
کچھ جو کہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ منہ پھاڑتا ہے
اور چپ رہنے پہ بھی دنیا سڑی اور سہی

نوید ظفر کیانی

اور سہی
(سانیٹ)

تو کہ بچپن سے مرے ساتھ رہی ہے جاناں!
ایک انگنائی میں ہم دونوں اُگے اور بڑھے
ایک ہی عہد کا مکتب تھا کہ ہم جس میں پڑھے
دیکھ لے! میں بھی وہی تو بھی وہی ہے جاناں

ساتھ ہی دیکھے گئے ہر جگہ ہر دم دونوں
کتنی دوپہریں مہموں میں گزاریں مل کر
کتنی شاموں میں رہا اپنی شرارت کا سفر
پیڑ اور بیل کی صورت رہے باہم دونوں

تیری صحبت سے میں مانوس رہا ہوں اِتنا
کہ کوئی اور حسینہ مجھے اچھی نہ لگی
کوئی میڈونا ، ایلیزبتھ، نہ کوئی مادھوری
اور خوش آیا تجھے اور کسی کا رشتہ

تیری بدلی ہوئی نظروں پہ بھی اب غور سہی
"تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی"

ہاشم علی خان ہمدمؔ

ایک محبت ناکافی ہے، ایک محبت اور سہی
دل کی دھڑکن رک جانے تک، عین عبادت اور سہی

ہم نے جو بھی منظر دیکھا، جیسا دیکھا، لکھیں گے
آئنے کی زنگاری میں تلخ حقیقت اور سہی

قربت میں بارش کا موسم کتنا اچھا لگتا ہے
سیر شدہ لمحوں کی چاہت، پیار کی دولت اور سہی

میٹھی میٹھی آنچ کا شعلہ جینے کا سامان بنا
مرتے دم تک ساتھ رہے گی، درد کی لذت اور سہی

دل کی دھڑکن دھڑکن تیری، ہر اک سانس میں نام ترا
جسم ہے مٹی مٹی میرا، اس پہ حکومت اور سہی

کتنے منظر کھنچتے لیکن چشم تماشا زاد نہیں
دل کو اچھی لگنے والی خواب کی جنت اور سہی

خوابوں کی تتلی کے پیچھے ہر پل بھاگنا پڑتا ہے
بچپن سے جو دیکھ رہا ہوں بھولی صورت اور سہی

اہل دل ہیں، دل کی خاطر، مرنا بھی پڑ سکتا ہے
سچی بیعت کرتے کرتے، دل کی اطاعت اور سہی

دل کا سجدہ کیسے؟ کیوں؟ اور کب؟ کرنا ہے جانے دو!
عشق کا اپنا دین دھرم ہے، رسم شریعت اور سہی

دامن کھل جانے سے میری وحشت بڑھتی جائے گی
چاک گریباں ہو جانے دو، دشت کی وسعت اور سہی

خود کو بھلا دینے کی عادت اپنے کام بھی آئے گی
ایک سہولت کھو بیٹھے ہیں، ایک سہولت اور سہی

رمزیں اور کنائے کیسے؟ دھوپ نگر میں سائے کیا؟
سورج حشر اٹھائے اپنا، سر پہ قیامت اور سہی

اپنا گاؤں چھوڑ آئے ہیں، دنیا سے منہ موڑ آئے
بستی بستی، نگری نگری، شہر سے ہجرت اور سہی

ہجر کے راس آجانے پر کیوں وصل قیامت ٹھہرا ہے
ایک مصیبت سے نکلے ہیں، ایک مصیبت اور سہی

حرف کو صیقل کرتے کرتے تیرے جیسا کر دیں گے
ہم تو ہیں مزدور سخن کے، تھوڑی محنت اور سہی

دشت جنوں میں کار وحشت کرنا بھی کم پڑتا ہے
اپنا ہے انداز الگ، مجنوں کی روایت اور سہی

اک دوجے کے ہاتھوں اپنی تصویریں کھنچواتے ہیں
ویسے بھی بدنام ہوئے ہیں، تھوڑی شہرت اور سہی

دل سے دل کا رشتہ ہمدمؔ، سب رشتوں پر بھاری ہے
میری چاہت اور نہیں ہے، تیری چاہت اور سہی

ہاشم علی خان ہمدمؔ

اور سہی
(ست رنگی)

اور سہی!
خواب مرے! خواب ترے!
حرف ہوئے، شعر ہوئے، نظم ہوئے
اور سہی! دیدہ وری، کوزہ گری، مصرع گری
دیکھ مگر! ایک نظر! قلب وجگر، شام وسحر! کچھ بھی نہیں
دور وقریں، قلب دروں، جسم بروں، دل کے مکیں، میرے یقیں
تیرے سوا! حرف رسا! عجز ودعا! کچھ بھی نہیں! عشق مرا! عشق ترا! اور سہی!

اقبال اشعر



نام محمد اقبال، تخلص اشعرؔ، تعلیم: ایم فل۔ درس و تدریس کے پیشے سے منسلک ہیں۔ اٹک، پاکستان میں رہائش رکھتے ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۹۹ء میں کی۔ اصناف سخن میں غزل، نظم، حمد و نعت اظہار کا مرغوب وسیلہ ہیں۔ کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی، نہ ہی مستقبل قریب میں اس کا امکان ہے۔ ان کا نمائندہ شعر ہے۔

اشعرؔ ستا رہی ہیں یہ موسم کی تلخیاں   پھرتے ہیں تتلیوں سے گریزاں کیئے ہوئے

ای میل sardariqbal.ak@gmail.com

ذہینہ صدیقی



نام ذہینہ صدیقی، تخلص ذہینہ، انگریزی اور اردو میں ایم۔ اے، ایم۔ ایڈ ہے، علاوہ ازیں آیورویدرتن، براڈ کاسٹنگ اور اینکرنگ کی ٹریننگ، اسکرپٹ رائٹنگ اور ایڈیٹنگ کی ٹریننگ کے کورس کئے ہوئے ہیں۔ ٹیچنگ اور براڈ کاسٹنگ کے شعبوں سے وابستہ ہیں۔ رہائش نئی دہلی میں ہے۔ شاعری کی ابتدا نویں کلاس سے ہوئی۔ پسندیدہ اصناف سخن میں غزل، نظم، قطعات، افسانے، کہانیاں وغیرہ شامل ہیں۔ دو شعری مجموعے زیر اشاعت ہیں۔

رزاق تحسین



نام عبدالرزاق، تخلص تحسینؔ، تعلیم ایم اے، کلرکی کرتے ہیں۔ گوادر میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۰۵ء میں کی۔ اصناف سخن میں نظم اور غزل لکھنا پسند کرتے ہیں۔ ان کا بلوچی شعری مجموعہ ننگر اور اردو شعری مجموعہ، دریچوں میں اُگتے خواب جلد متوقع ہے۔ نمائندہ شعر ہے۔

کرسیاں چھو کے گزر جائے وہ شخص تنہا ہے   علم سے چاہے نکھر جائے وہ شخص تنہا ہے

جیا قریشی



نام حمیدہ قریشی، تخلص جیا قریشی، تعلیم بی ایس سی بی ایڈ، شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہیں۔ اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری لگ بھگ دس سال سے کر رہی ہیں۔ گزشتہ دنوں ان کا ایک مجموعۂ کلام بعنوان "مجھے بھی سانس لینے دو" شائع ہو چکا ہے۔ ان کا نمائندہ شعر ہے۔

کردار زمانے پہ جیاؔ راج کرے گا   عورت ہوں مگر مرد پہ سرداری کروں گی

ای میل jiya.qureshi@gmail.com

خاورؔ چشتی



نام خاور مشتاق چشتی، تخلص خاورؔ چشتی، تعلیم ایم اے ایڈمنسٹریشن (سائنس)۔ پیشہ ریٹائرڈ بینکار۔ رہائش بہاولپور (پاکستان) میں ہے۔ شاعری کی ابتداء سکول کے زمانے سے کی۔ تصنیف فی الحال کوئی نہیں۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

کسی سے کچھ نہ کہا خود بکھر گیا چپ چاپ　　　میں ایک لمحہ تھا، جیسے گزر گیا چپ چاپ

ای میل ایڈریس　khawar.chishti@gmail.com

شمیمؔ چودھری



نام شمیم چودھری، یہی قلمی نام بھی ہے۔ کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ گھریلو خاتون ہیں۔ شاعری خاصے طویل عرصے سے کر رہی ہیں تاہم ابھی تک شاعری کی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔ اُردو کے ساتھ ساتھ پنجابی زبان میں بھی شعر کہتی ہیں۔ غزل کو ابلاغ کا پسندیدہ ذریعہ جانتی ہیں۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

میں تے ساری دنیا پھرلئی، ماں نئیں لبھدی　　　اوہدے پیار دی کدرے ٹھنڈی چھاں نئیں لبھدی

روبینہ شاہین بیناؔ

نام روبینہ شاہین، تخلص بیناؔ، تعلیم ایم اے (معاشیات)، بی ایڈ۔ معلّمہ کے پیشے سے وابستہ رہی ہیں۔ پشتینی تعلق اسلام پورہ جبر، گوجر خان سے ہے تاہم راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ شاعری کا باقاعدہ آغاز ۲۰۱۶ء سے کیا۔ زیادہ تر غزلوں پر طبع آزمائی کی ہے۔ طنز و مزاح پر مبنی شاعری ان کا مرغوب مشغلہ ہے۔ ابھی تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

تجھے لگ رہا ہے کہ میں کج ادا ہوں　　　مجھے لگ رہا ہے کہ تو ہے مثلث

ای میل rubsha73@gmail.com

سیّدہ منور جہاں منورؔ



نام سیّدہ منور جہاں زیدی، قلمی نام منور جہاں منورؔ، تعلیم ایم ایس سی، سوشل میڈیکل آفیسر رہ چکی ہیں اور اب ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہی ہیں۔ کینیڈا میں مقیم ہیں۔ شاعری میں خصوصی دلچسپی رکھتی ہیں۔ اصنافِ سخن میں ابلاغ کا محبوب ذریعہ غزل ہے۔ دو کتابیں ''داستان'' اور ''سلسلۂ رنگِ عقیدت'' شائع ہو چکی ہیں۔ مستقل قریب کی متوقع کتابوں میں ''منزلِ عشق''، ''گلہائے رنگ رنگ'' شامل ہیں۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

بہت حسین ہے تیرے خیال کی دنیا　　　جہاں پہ کوئی نہ تھا ہم وہاں بھی ہو آئے

ریاضؔ احمد قادری



نام ریاض احمد قادری، تخلص ریاض، تعلیم ایم اے ۔ اردو ۔ ایم اے انگلش ۔ ایم فل انگلش، انگریزی کے پروفیسر ہیں ۔ رہائش فیصل آباد میں ہے ۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۸۵ء میں کی ۔ اصناف سخن میں نظم، غزل، نعت سبھی میں خامہ فرسائی کر چکے ہیں ۔ ان کی تصانیف میں نکہتِ نعت، تصور سبز گنبد دا، سلام اے شاعر مشرق، ہمارے قائد اعظم، کلیاں، چاند ستارے، زر مدحت، زر نعت، زر عقیدت شامل ہیں ۔ نمائندہ شعر ہے ۔

مدینہ روشنیوں کا وہ شہر ہے جس میں　　　سیاہ شب میں بھی دن کا گمان ہوتا ہے

ای میل ایڈریس riazqadri66@gmail.com

صادق آنور اشرؔی نذیری



نام صادق انور اشری نذیری، تخلص انور، تعلیم عالم دین و متخصص فی الحدیث ۔ مدرس ہیں ۔ رہائش شہر بہار، ہندوستان ہے ۔ شاعری کی ابتداء اپریل ۲۰۲۰ء میں کی ۔ اصناف شاعری میں حمد، نعت، غزل، نظم لکھنا پسند کرتے ہیں ۔ فی الحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی ۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

انور تو گھر سے دور ہے پردیس میں پھنسا　　　بریانی ماں کے ہاتھ کی کھاؤں میں کس طرح

ای میل mdsadiqueanwar95@gmail.com

شہنازؔ رضوی



نام شہناز رضوی، تخلص شہناز، تعلیم گریجویشن، پی آئی اے میں افسر ہیں ۔ رہائش شہر کراچی ہے ۔ شاعری کی ابتدا محض چودہ برس کی عمر میں کی ۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، منقبت، سلام، مرثیہ، نوحہ، غزل، نظم سبھی پر لکھنا پسند کرتی ہیں ۔ ایک شعری مجموعہ "متاعِ جاں" کے نام سے موجود ہے ۔ ایک مجموعہ زیرِ طبع ہے ۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

صرف ممتا کا جوش تھا ورنہ　　　آب زم زم رواں نہیں ہوتا

عبدالغنی ماہرؔ



نام عابد عبدالغنی، تخلص ماہرؔ، ایل ایل ایم کیا ہوا ہے اور وکالت کے پیشے سے وابستہ ہیں ۔ ورنگل، حیدر آباد، انڈیا سے تعلق ہے ۔ شاعری کی ابتدا تقریباً ۲۰۱۱ء کو ہوئی ۔ اصناف سخن میں غزل محبوب ترین صنف سخن ہیں ۔ کتاب ابھی تک کوئی شائع نہیں ہوئی ۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

جسم کو تو قید کر سکتے ہو لیکن یاد ہو　　　تم خیالوں کو جکڑ سکتے نہیں زنجیر سے

ای میل ghaniabdula@gmail.com

نوید ظفر کیانی



نام نوید کیانی، تخلص ظفرؔ، تعلیم ایم ایس سی (کمپیوٹر سائنس)، رہائش اسلام آباد میں اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ایک نیم سرکاری ادارے میں ملازمت کر رہے ہیں۔ شاعری کی ابتدا بچپن سے ہوئی۔ پسندیدہ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، غزل، لمرک، ہائیکو، قطعات، انشائیہ، فکاہیہ مضمون، ڈرامہ وغیرہ شامل ہیں۔ شاعری کی بہت سی برقی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں جہانِ دگر، اور بارش ہو، ڈنکے کی چوٹ، ڈھول کا پول، زبان درازیاں، کھری کھری، وگرز دگرز وغیرہ شامل ہیں۔

ای میل nzkiani@gmail.com

محمد ہاشم آثرؔ چشتی



نام محمد ہاشم، تخلص آثرؔ چشتی، درجہ پانچ تک تعلیم حاصل کی۔ تجارت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ قصبہ گوپیشور، ضلع چمولی، اترا کھنڈ، انڈیا سے تعلق ہے۔ شاعری کی ابتدا تقریباً ۲۰۰۰ء کو ہوئی۔ اصنافِ سخن میں حمد و نعت و منقبت اور غزل محبوب ترین اصنافِ سخن ہیں۔ کتاب ابھی تک کوئی شائع نہیں ہوئی۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ؎

بے وفائی سے موت اچھی ہے　　　　زندہ رہیے وبا وفا ہو کر

فہد علی عزیزیؔ



نام فہد علی، تخلص عزیزیؔ، ایم اے اسلامیات / ایم اے عربی کیا ہوا ہے۔ درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔ رہائش کراچی میں ہے۔ شاعری کی ابتدا ۲۰۱۶ء میں ہوئی۔ اصنافِ سخن میں نعت، منقبت، غزل، نظم، قطعات وغیرہ پسندیدہ اصناف ہیں۔ فی الحال کتاب کوئی شائع نہیں ہوئی۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ؎

مفلس کی گدائی کا ہے تریاق کراچی　　　　ہے شہر مرا شہرۂ آفاق کراچی

ہاشم علی خان ہمدمؔ



نام ہاشم علی خان، تخلص ہمدمؔ، تعلیم ایم اے (اردو، انگریزی)، درس و تدریس سے وابستہ ہیں، ایف جی ڈگری کالج واہ کینٹ میں لیکچرار اردو کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ رہائش خودہ تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک، پنجاب، پاکستان میں ہے۔ شاعری ۱۹۹۳ء میں کالج دور سے شروع کی۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، سلام، منقبت، غزل، نظم، طنز و مزاح پر طبع آزمائی فرما چکے ہیں۔ مختصر شعری مجموعہ ''موجِ غزل'' شائع ہو چکا ہے۔ نمائندہ شعر ہے ؎

یہ کس نے مجھ پہ محبت کا دم کیا ہوا ہے　　　　کہ اپنے آپ سے ملنا بھی کم کیا ہوا ہے

ای میل ایڈریس itshamdam@mail.com

شاہد سیّد



نام شاہد حسین، تخلص شاہد، تعلیم ایم اے (اردو) ۔ بی ایڈ، درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔ ضلع گھوٹکی سندھ میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتدا ایک سال قبل کی۔ اصناف سخن میں حمد نعت منقبت غزل وغیرہ شامل ہیں۔ کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

تاروں چھیڑ کے کہا کہ ہائے یہ ترنم کہاں سے اٹھتا ہے

shah.shahidali83@gmail.com

نادیہ سحر



نام نادیہ سحر، تخلص سحر، تعلیم بی اے، ملتان میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۹۸ء میں کی جو تا حال پورے زور وشور سے جاری ہے۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، سلام، منقبت، غزل، نظم، طنز و مزاح میں طبع آزمائی کرتی رہتی ہیں۔ کتاب فی الحال کوئی شائع نہیں ہوئی تاہم ایک شعری مجموعہ زیرِ اشاعت ہے۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

تو نے دُکھتا ہوا دل، اور دُکھا ڈالا ہے ایسے ہوتے ہیں مسیحا؟ یہ مسیحائی ہے؟

ای میل nadiasahar7500@gmail.com

دلشاد نسیم



نام دلشاد نسیم، تخلص دلشاد، تعلیم ایم ۔ اے فلسفہ، سکرپٹ رائٹر ہیں، لاہور میں مقیم ہیں۔ بیشمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں نظموں کا مجموعہ "محبت ایک استعارہ ہے" غزلوں کا مجموعہ "زیرِ لب" جبکہ "ابد کا کنارہ" اور "متاعِ جاں" ناول شامل ہیں۔ افسانوں کا مجموعہ "متاعِ جاں" شائع ہو چکا ہے۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

ہم کہاں ایسے مرنے والے ہیں اپنے لہجے کی مار مار ہمیں

ای میل dil_nasim@hotmail.com

علیم اسرار



نام شیخ علیم، تخلص اسرار، تعلیم ایم ۔ اے ، بی ایڈ ہے۔ درس و تدریس کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ صوبہ مہاراشٹر (انڈیا) کے شہر ناندیڑ سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر ہیں۔ بچپن سے افسانے، کہانیاں، ڈرامے لکھے کچھ نہ کچھ لکھنا عادت رہی۔ بہت کچھ لکھا، پھر ۲۰۱۵ء سے باضابطہ شاعری کا آغاز ہوا۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، نظم، غزل پر خامہ فرسائی کی۔ مجموعہ کلام بعنوان "بازیچۂ سخن" کا ارادہ ہے۔ نمائندہ شعر ہے ۔

حسرت کو دل کی باندھنا آساں نہیں مگر لفظوں میں کھینچ خواب کا منظر اتار دے

ای میل ایڈریس alimned@gmail.com

نسیم بیگم



نام نسیم بیگم، تخلص نسیم، تعلیم ایم۔اے (اردو)، بی۔ لیب (لائبریری سائنس)۔ ہاؤس وائف ہیں۔ دہلی، بھارت میں مقیم ہیں۔ شاعری کی ابتداء بچپن سے ہی ابتدا ہو گئی تھی لیکن درمیان تیس سال کے طویل وقفے کے بعد ۲۰۱۶ء سے دوبارہ شروعات کی ہے۔ اصناف سخن میں غزل، نظم، قطعہ۔ تصنیف ابھی تک کوئی نہیں ہے۔ نمائندہ شعر ہے۔

درد کیوں شعر سے ٹپکتا ہے　　　آیئے دل نچوڑ کر دیکھیں

ای میل osamashahid04@hotmail.com

محمد سراج احمد حبیبی نیپالی



نام محمد سراج احمد، تخلص حبیبی، برہمپوری گاؤپالیکا، اورڈ نمبرا، وایا ملنگوا ضلع سرلاہی نیپال میں رہتے ہیں۔ تعلیم درجۂ عالمیت تک حاصل کی۔ درس و تدریس کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، غزل وغیرہ میں خامہ فرسائی کرنا پسند فرماتے ہیں۔ ایک نعتیہ مجموعہ ''عشق حبیب'' متوقع ہے۔ نمائندہ شعر ہے۔

مجھ کو بھاتی ہی نہیں ہے اب جہاں کی زینتیں　　　وہ سراپا ناز مرے دل کے کاشانے میں ہے

ای میل MdserajAhmadhabib@mail.com

فیصل عادل



نام محمد فیصل، قلمی نام حافظ فیصل عادل، چنئی، بھارت میں مقیم ہیں۔ تعلیم حفظ، فاضل جامعہ دار السلام عمر آباد، ایم اے عربی مدراس یونیورسٹی چنئی۔ شعبہ عربی خلیج جونئر کالج مدراس میں لیکچرر ہیں۔ شاعری کی ابتدا تعلیم ۲۰۰۸ء سے کی۔ غزل، نظم، رباعی، حمد، نعت میں لکھنا مرغوب ہے۔ ان کا نمائندہ شعر ہے۔

جیسے اس کے لیے میں تھا کوئی ممنوع کتاب　　　دور سے دیکھا فقط اور پڑھا کچھ بھی نہیں

ای میل aadil999faisal@gmail.com

راجہ خرم زیب



نام راجہ خرم زیب، تخلص ابھی سوچا نہیں۔ کبھی خرم اور کبھی کمال لکھتا ہوں۔ ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ سے جیالوجی میں بی ایس کر رہے ہیں۔ ضلع مانسہرہ تحصیل بالاکوٹ شہر وادی کاغان میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء بچپن سے ہے لیکن ۲۰۱۸ء سے باقاعدہ آغاز کیا۔ غزل اور نظم لکھنا پسند کرتے ہیں۔ نمائندہ شعر ہے۔

ہم غریبوں کے گھر نہیں ہوتے　　　ہوتے بھی ہیں مگر نہیں ہوتے

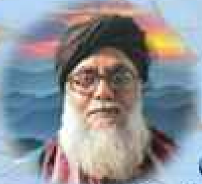
سیدہ ارفعٰ زینب

نام سیدہ ارفعٰ زینب، تخلص ارفعٰ، اسلامیات کے مضمون میں ایم اے کیا ہوا ہے۔ ہاؤس وائف ہیں۔ اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ شاعری کی ابتدا ۲۰۱۱ء میں کی جو تا حال پورے زور و شور سے جاری ہے۔ جن اصناف سخن کو اپنے اظہار کا وسیلہ سمجھتی ہیں ان میں حمد، نعت، نظم، غزل اور آزاد نظم شامل ہیں۔ کتاب فی الحال کوئی شائع نہیں ہوئی اور نہ مستقبل قریب میں کوئی ارادہ ہے۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ؎

وہی ہیں وارثِ فکر و نظر ارفعٰ ہمیشہ سے — دل و جاں کیا، مری تو زندگی قرباں محمد پر

ای میل Arfazainab8@gmail.com

محمد رضا طیبی



نام محمد رضا المصطفےٰ، تخلص طیبی، قلمی نام محمد رضا طیبی، تعلیم بی اے۔ بی ایڈ۔ کل وقتی مشغلہ خدمت خلق و خطابت ہے۔ کلاس والہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کا آغاز ۲۰۱۷ء سے کیا۔ اصنافِ سخن میں نعت اور غزلیات اظہار ذات کے محبوب ذرائع ہیں۔ کوئی کتاب تا حال شائع نہیں ہوئی اور نہ ہی مستقل قریب میں اس کا امکان ہے۔ فیس بک کی ادبی سرگرمیوں میں خاصے متحرک ہیں۔ فیس بک پر آن لائن صوتی مشاعروں کا آغاز بھی انہیں کی اختراع ہے۔

سیدہ فرحین نجم فرحی

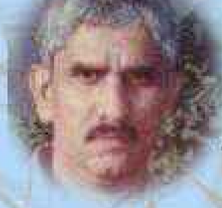


نام سیدہ فرحین نجم، تخلص فرحی، انٹرنیشنل ریلیشنز میں ایم اے کر رکھا ہے۔ ایڈمنسٹریٹر ہیں۔ کراچی سے تعلق ہے اور یہیں رہائش پذیر ہیں۔ ادب سے پرانا تعلق ہے۔ نثر میں افسانہ نگاری شامل ہے، ان کے افسانے کئی جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ نظم میں غزل اور نظم پسندیدہ اصنافِ سخن ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۱۷ء میں کی۔ تا حال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ؎

ستارہ بن کے فلک پر سدا چمکتی رہوں — فلک پہ میرا بھی ایسا کوئی نشان رہے

ای میل f.jafri82@gmail.com

انعام غزالی



نام محمد انعام، تخلص غزالی، رہائش لاہور میں ہے۔ ایم۔ اے۔ او کالج لاہور سے ایف۔ ایس۔ سی کی، والد مجسمے بنانے کے فن میں ماہر تھے اور یہ فن میرے خون میں شامل تھا، پاکستان کے تمام میڈیکل کالجز کے لیے "فورینزک میڈیسن کمیونٹی اناٹمی کے ماڈلز فائبر گلاس میں بناتے ہیں۔ شعر و شاعری کا شوق کالج کے زمانے سے ہی تھا، اپنے مجموعہ کلام "شگفتہ وفا" پر کام کر رہا ہوں۔

ای میل f.jafri82@gmail.com

سیّد خورشید نواز لائق بخاری



نام خورشید نواز، تخلص لائق، تعلیم: ایف ایس سی پری انجینیر نگ، ابھی طالب علم ہیں۔ راجن پور، لنڈی سیدان میں مقیم ہیں۔ شاعری کی ابتدا ۲۰۱۸ئ میں کی۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، منقبت، نظم، غزل بھی میں لکھتے ہیں۔ کتاب کوئی شائع نہیں ہوئی۔ ان کا نمائندہ شعر ہے

گر چاہیے ہے تجھ کو رحمان کی رضا　　　حبِ رسول وآلِ نبی ﷺ میں مچل کے آ

ای میل　khursheednawazlaeeq313&gmail.com

عبدالمجید محامد رضوی مصباحی



نام محمد عبدالمجید، قلمی نام عبدالمجید محامد رضوی مصباحی، براہی۔ سر سنڈ ضلع سیتا مڑھی، بہار، الہند سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر بھی ہیں۔ شاعری کی ابتداء کب ہوئی، یہ اب انہیں یاد نہیں، تاہم مشقِ سخن کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، منقبت اور غزل کے شیدائی ہیں اور انہیں کو اظہارِ ذات کے لئے موزوں خیال کرتے ہیں۔ کتاب فی الحال کوئی شائع نہیں ہوئی اور نہ ہی مستقبل قریب میں اس کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کا نمائندہ شعر ہے

ہو کرم سیدی ﷺ محامدؔ پر　　　اس کا گردش میں ہی ستارہ ہے

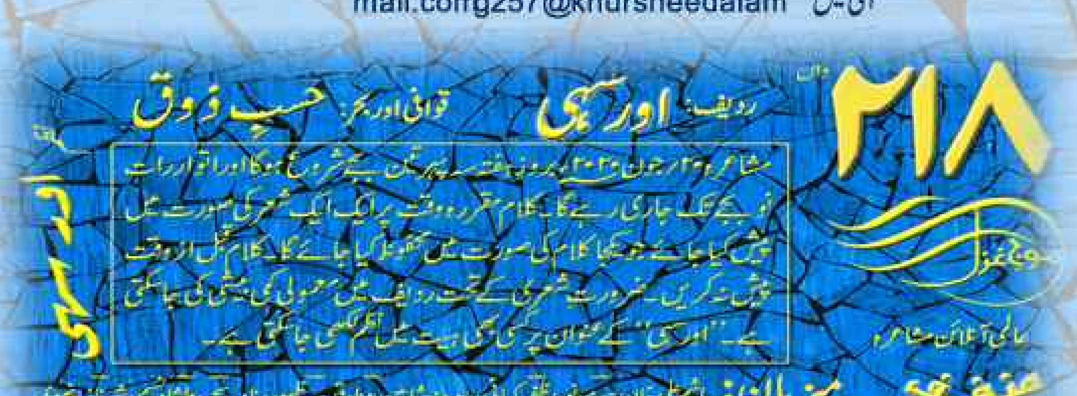
خورشید عالم خورشید



نام محمد خورشید عالم خان راجپوت بھٹی، تخلص خورشید، تعلیم بی اے۔ تجارت کرتے ہیں۔ رہائش پی این ٹی سوسائٹی کورنگی کراچی میں ہے۔ شاعری کی ابتدء کالج کے زمانے میں کی۔ اصنافِ سخن میں حمد و نعت اور منقبت اظہار کا وسیلہ ہیں۔ ''نورِ خورشید'' کے نام سے ایک تصنیف موجود ہے۔ ان کا نمائندہ شعر ہے

اشکوں کی جگہ آنکھ سے جب خون بہا ہے　　　تب جا کے کہیں نعت کا اک شعر ہوا ہے

ای میل　mail.comg257@khursheedalam



مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام	موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۲۱۸۔
تدوین و تصنیف	نوید ظفر کیانی۔
وضاحت	فیس بک عالمی ادبی گروپ موجِ غزل کے ''منفرد ردیف و نظمیہ مشاعرہ (اور سہی)'' رنگ کے تحت منعقدہ مشاعرہ نمبر ۲۱۸ بتاریخ ۲۰ رجون ۲۰۲۰ء پر مبنی برقی کتاب۔ شعراء کی فہرست ناموں کی ''حروفِ تہجی'' کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے۔
کاپی رائٹ	جملہ حقوق بحق منتظمینِ موجِ غزل محفوظ۔
اجازت	اس کتاب کو حوالہ جات یا غیر کاروباری نقطۂ نظر سے استعمال کیا جاسکتا ہے یا اس کا اشتراک کیا جاسکتا ہے تاہم اس میں کسی قسم کی کانٹ چھانٹ یا اس کی شکل تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اِس کے لئے گروپ منتظم کی پیشگی اجازت ضروری ہے۔
منتظمین	ہاشم علی خان ہمدم، نوید ظفر کیانی، روبینہ شاہین بیناؔ، قدسیہ ظہور، نادیہ سحرؔ۔
صفحات	۴۰
سالِ اشاعت	۲۰۲۰ء
پبلشر	مکتبۂ ارمغانِ ابتسام۔
ویب سائٹ	http://archive.org/details/@nzkiani
فیس بک	http://www.facebook.com/groups/1736109056634616
برقی ڈاک	mudeer.ai.new@gmail.com

موجِ غزل کے ماہانہ پروگرام

موجِ غزل

ہر ماہ نئے رنگ

پہلا ہفتہ : طرحی رنگ

دوسرا ہفتہ : ردیف و نظم رنگ

تیسرا ہفتہ : قوافی و نظم رنگ

چوتھا ہفتہ : اصنافِ سخن رنگ

انشاءاللہ

فیس بُک موج غزل عالمی مشاعرہ